SOCIAL PRISM

Volume 3(2), 2026, 334-342
Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

Dr. A. B. Ashraf: Researcher, Critic, and Creative Writer

ڈاکٹر اے۔ بی۔ اشرف: محقق، نقاد اور تخلیق کار

Nida Saeed[1], Dr. Imtiaz Hussain Baloch[2]

[1]*Scholar PhD Urdu, University of Southern Punjab, Multan, Email: Narmeenkhan445@gmail.com*
[2]*Professor, Head of Urdu Department, University of Southern Punjab, Multan, Email: imtiazhussain@usp.edu.pk*

Abstract

This study examines Ibrahim Jalees's travel writing from historical, literary, and critical perspectives. Ibrahim Jalees was a prominent journalist, humorist, and travel writer who visited East Bengal, America, and China during his journalistic career. His travel experiences are reflected in his travelogues *Nai Deewar-e-China*, *Jadunagri America*, and *Bengal Mein Ajnabi*. The study explores the distinctive features of his travel writing, including observation, humour, satire, social criticism, and realistic description. Jalees not only describes geographical and cultural environments but also highlights social, political, and economic conditions. His travelogues reveal his keen awareness of human relationships, cultural differences, and contemporary social realities. The study further analyzes his narrative style, language, characterization, and use of humour and satire. It concludes that Jalees transformed his travel experiences into meaningful literary expression by combining journalistic observation with artistic presentation. His travel writing therefore occupies an important position in the development of Urdu travel literature.

Keywords: Ibrahim Jalees; Urdu Travel Literature; Travel Writing; Humour and Satire; Social Criticism; Journalistic Observation

اللہ تبارک تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ دے کر افضل جاناہے۔ انسان اپنے عقل و فکر اور علم و آگہی کی بدولت اپنی زندگی گزارتا ہے۔ انہی اشرف المخلوقات میں سے وہ افراد بھی ہوتے ہیں، جن کی انتھا کوششوں سے معاشرے میں امن و سلامتی، مذاہب، سائنسی و دیگر علوم و فنون، سماجی قوانین اور تحقیقی زاویے وغیرہ پنپتے اور پھیلتے ہیں، اور فلاحی کاموں کو تقویت ملتی ہے۔ یہ ہمارے معاشرے کا ایک خاص طبقہ ہوتا ہے، جو ایک جذبے کے تحت اپنی زندگی کو ڈھالتا ہے، اور دوسروں کو لا محدود فائدے پہنچاتا ہے۔ اس کے برعکس ایک اور طبقہ بھی معاشرتی رگوں میں سرگرداں رہتاہے، جو امن و علم اور انسانیت کا دشمن بن کر سماج میں اپنا منفی کردار ادا کر رہا ہوتا ہے۔

دو سماج میں مثبت اور منفی ہمیں تین قسم کے عملی کرداروں سے وابستہ پڑتا ہے، جو بالترتیب پوت، سپوت اور کپوت کہلاتے ہیں۔ پوت وہ ہوتا ہے، جو خاموشی سے زندگی گزارتا ہے۔ معاشرہ اس کے وجود اور اس کے خاموش کردار سے بے فیض اور لا علم ہوتا ہے، اور یوں سماج میں اس کی زندگی ایک گم نام سی ہو کر رہ جاتی ہے، اور یہ طبقہ انبوہ میں شمار ہوتا ہے۔ دوسرا کردار سپوت کا ہوتا ہے، جو علم و ادب، انجیرنگ، سائنس، مذہب، سیاست، تعلیم، قانون، کھیل، علوم انسانیت اور دیگر فنون شعبہ ہائے میں شہرت و مقبولیت کا حامل ہوتا ہے اور جو اپنے ملک، اپنے وسیب اور اپنے خاندان کے لیے فخر،

Received 14 March 2026; Revised 13 April 2026; Accepted 20 April 2026; Published (online) 26 April 2026
Attribution 4.0 International (CC BY 4.0)
Corresponding Author Email: imtiazhussain@usp.edu.pk
DOI: https://doi.org/10.69671/socialprism.3.2.2026.263

Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

عزت و توقیر اور نیک نامی کا باعث بنتا ہے، جسے ہم قومی، مقامی، خاندان اور اداروں کے ہیرو سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ یہ طبقہ خاص ہوتا ہے، جنھیں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ تیسرا کردار ان کا ہوتا ہے، جو نہ صرف معاشرے میں امن و ترقی اور علم و ادب وغیرہ کے دشمن اور انتشار کا سبب ہوتے ہیں، بل کہ سر تا پا الٹا اپنے ملک، سماج یا خاندان کے لیے بدنامی اور ذلت کا سبب بنتے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو واقعی ہمارا سماج انھی مثبت، منفی اور بے فیض کرداروں کے گرد گھومتا ہے اور انھی تین کرداروں کے مثبت اور منفی اثرات دنیا میں ثبت دکھائی دیتے ہیں۔

علم و ادب سے وابستہ افراد اپنا کردار ایک سپوت کے طور پر ادا کرتے چلے آرہے ہیں۔ متفرق اصنافِ ادب و فنون کی بدولت اُن کا فن مقامی سطح سے شروع ہو کر ملکی سطح کے کینوس پر پھیل جاتا ہے۔ ملتان میں جو شعری و نثری روایتیں ماضی میں تخلیق و تحقیق ہوتی رہی ہیں، وہ تنقیدی جزیروں کی تذئین و آرائش اور آب پاری میں بنیادی ستون کہلاتی ہیں۔ ملتان میں بیٹھ کر معدودے چند افراد نے شاعری، تنقید، تحقیق، فلسفہ اور دیگر فنون لطیفہ سے وابستہ ہو کر پاک و ہند کی دنیائے اردو میں خود کو قدرتِ تفکر اور قوتِ تخیل سے منوا کر ملتانی سپوت کہلوائے، جن کے ادب و فن نے تخیل و تفکرانہ بلند پروازیوں کی کرشمہ سازیوں اور اپچ نگاریوں کی بدولت ترقی پسندانہ رجحانات، نت نئے امکانات اور جدید نظریات و اثر و نفوذ پیدا کیا، اور یوں انھوں نے انمٹ نقوش کندہ کیے۔

ڈاکٹر اے بی اشرف نے ملتانی مٹی (ملتانی مٹی کو ایک استعارہ کے طور پر لکھا ہے۔ بقول خاصے "اس سے مراد کسی بھی شعبے سے وابستہ انتہائی نابغہ ملتانی شخصیت ہے) کے خمیر سے اپنے علم و فن کے سبب فکری و تنقیدی عمارت ایستادہ کی، اور اسی ملتانی سپوت نے یہ عمارت ایسی کھڑی کی کہ جس کی بنیادوں کی جڑیں زمین کی نامعلوم تہہ در تہہ پرتوں میں پیوست میں پیوست ہو گئی ہیں۔

ڈاکٹر اے بی اشرف کا تمام تر کام ڈرامے کی تنقید، فکشن کی تنقید، شعری تنقید، تحقیقی تنقید، فکری تنقید، نظری تنقید، خاکہ نگاری کی تنقید سمیت متفرق سمیت متفرق اصنافِ سخن میں تنقیدی موضوعات پر پھیلا ہوا ہے، جس پر تنقیدی و فکری نظر ڈالنے کے لیے ڈاکٹر اے بی اشرف جیسی تنقیدی و فکری نظر اور ذہن رسا کا ہونا ناگزیر ہے۔

ڈاکٹر اے بی اشرف 15 فروری 1935ء کو ملتان کی تحصیل شجاع آباد کے ایک دیہہ علاقہ گیلے والا میں پیدا ہوئے۔ ان کے خاندان میں تعلیم و امارت کا کوئی وجود نہ تھا۔ اُن کا گھرانہ غریب اور محنت کش کہلاتا تھا۔ اُن کے والد حسن بخش سے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ وہ اوائل عمری میں ہی ملتان آ گئے تھے، اور کسی جاگیردار کے گھریلو ملازم ہو گئے تھے۔

حسن بخش نے اپنی بیوی اور بچوں کو اپنے ساتھ ملتان میں ہی رکھا۔ اُن کے صرف دو بیٹے ڈاکٹر اے بی اشرف اور احمد نواز خان تھے، اس گھرانے کا تعلق بلوچ قوم سے تھا۔ ڈاکٹر اے بی اشرف کے والد نے اُن کا نام احمد بختیار اشرف رکھا، اور یوں اشرف لاحقہ کو اپنے نام کے ساتھ مطابقت اور ہم آہنگ کر دیا۔ ایم اے اردو کرنے کے بعد انھوں نے اپنے اصل نام کے ساتھ اشرف کا لاحقہ جوڑ دیا، مزید یہ کہ انھوں نے اپنا نام احمد بختیار اشرف لکھنے کی بجائے اسے اے بی اشرف لکھ کر تین لفظوں کو جدت دے کر اپنا نام بنا لیا۔

ڈاکٹر اے بی اشرف کا اصل نام احمد بختیار اشرف صرف ان کی تعلیمی اسناد اور سرکاری دستاویزات میں زندہ ہے، یقیناً انھوں نے روایت کے مطابق اپنے نام کی تبدیلی کا اشتہار بھی باقاعدہ طور پر اخبارات میں چھپوایا ہوگا، جس کا حوالہ اُن کی شخصیت و فن پر کی گئیں تحقیقات میں نہیں ملتا۔

SOCIAL PRISM
Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

ڈاکٹر اے بی اشرف کی پرائمری تعلیم سے متعلق صرف اتنی جان کاری ملتی ہے کہ وہ نواں شہر ملتان کے کسی گورنمنٹ پرائمری سکول میں پڑھتے رہے، اس کے علاوہ پرائمری تعلیم سے متعلق مزید کوئی اور معلومات تحقیق میں ہنوز نہ لائی جا سکی ہیں۔ 1950ء میں انھوں نے گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈری سکول ملتان سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ان کے متعلق یہ غیر ضروری روایت بیان کی جاتی ہے کہ اِسی سکول میں تعلیم کے دوران فلمی ستاروں کے عشق میں مبتلا ہوئے، مگر ہر دور میں نوجوانوں کا رجحان فلمی ستاروں کی طرف ہونا معاشرتی عمل ہے۔ اِس رجحان اور خواب نما ایک طرف عشق میں مبتلا کر دیا تھا، مگر ہر دور میں نوجوانوں کا رجحان فلمی ستاروں کی طرف ہونا معاشرتی عمل ہے۔ اِس رجحان اور خواب نما ایک طرف عشق ناپختہ اور کچے ذہن کی عکاسی ہے، جسے ڈاکٹر اے بی اشرف کی شخصیت کے ساتھ جوڑنا قابل فخر بات نہیں، البتہ اس سے کہیں زیادہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈری سکول میں دورانِ تعلیم ان کی دلچسپی اور رجحان شعر و ادب کی طرف ہوا۔ اِس سکول میں انھیں علاقہ عبدالرشید نسیم طالوت (1909ء-1963ء ملتان) ایسے نابغۂ مدرس نصیب ہوئے، جن کی صحبتوں اور ان کی علمی و ادبی اور نصابی درسیات نے ڈاکٹر اے بی اشرف کے دلِ و دماغ کی آب یاری کی، اور یوں انھیں مطالعہ، تخیل اور تنقید ادب کی جانب مائل کیا۔ ان سے منسوب یہ بھی روایت ملتی ہے کہ جب وہ میٹرک میں تھے، تو انھوں نے دو چار افسانے بھی لکھے تھے، مگر ان کے لکھے افسانے منظر نامہ پر نہ آ سکے۔ ہو سکتا ہے یہ روایت کم زور ہو۔

ڈاکٹر اے بی اشرف نے جب میٹرک پاس کر لیا، تو کم زور مالی حالات نے انھیں مزید آگے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنے کی اجازت نہ دی، اور یوں مالی طور پر اپنے والد کا ہاتھ بٹانے کے لیے روزگار کی تلاش شروع کر دی۔ وہ دور اچھا تھا اور تھوڑی سی کوشش سے سرکاری ملازمت مل جاتی تھی، اور یوں وہ پی ڈبلیو ڈی کے محکمے میں جونیئر کلرک بھرتی ہو گئے۔

ڈاکٹر اے بی اشرف نے دورانِ ملازمت 1959ء میں فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔ 1960ء میں یعنی میٹرک کرنے کے دس سال بعد انھوں نے پرائیویٹ طور پر ایف اے کیا، اور یوں 1961ء میں انھوں نے پرائیویٹ طور پر بی اے بھی کر لیا، مزید تعلیم کے حصول کے لیے وہ کسی یونی ورسٹی میں باقاعدہ طور پر پڑھنا چاہتے تھے، اس لیے اِس جذبے کی تکمیل کے لیے اپنی سرکاری ملازمت کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا۔

ڈاکٹر اے بی اشرف نے 1963ء میں پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور سے باقاعدہ طالب علم کے طور پر ایم اے اردو کا امتحان پاس کیا، اور پوری یونی ورسٹی میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔ انھوں نے 1963ء میں "آغا حشر اور ان کا فن" کے موضوع پر اپنے ایم اے اردو کا تحقیقی و تنقیدی مقالہ بھی تحریر کیا تھا، جو بعد ازاں 1968ء میں مکتبہ میری لائبریری لاہور نے اس کی اہمیت کے پیش نظر شائع کر دیا تھا۔ یہ ڈاکٹر اے بی اشرف کی پہلی کتاب کہلاتی ہے۔ ان کے اس ایم اے کے مقالے کے سرورق پر ان کا اصل نام احمد بختیار اشرف ہی مرقوم ہے، مگر جب یہ کتابی صورت میں منظر نامے پر آیا۔ ان کی حینِ حیات میں یہ تحقیق بھی نہ ہو سکی کہ پنجاب یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم اس دور میں ان کے اساتذہ کرام کون کون سی نامور علمی و ادبی شخصیات تھیں، اور اُن سے انھوں نے علمی و ادبی کتنا فیض حاصل کیا تھا، یقیناً یونی ورسٹی میں ان کے ادبی و علمی سرگرمیاں رہی ہوں گی، اور ان کے مضامین وغیرہ بھی پنجاب یونیورسٹی اور اورینٹل کالج کے میگزینوں میں چھپتے ہوں گے۔ لاہور میں قیام کے دوران نامور شاعروں اور ادیبوں سے بھی ان کی ملاقاتیں ہوتی ہوں گی اور لاہور کی علمی و ادبی اور شعری محافل میں بھی ان کی شرکت بھی یقیناً ہوتی ہو گی، مگر یہ تحقیق ان کی علمی و ادبی شخصیت کا حصہ نہ بنائی جا سکی اور نہ ہی انھوں نے لاہور اور یونیورسٹی کی علمی، ادبی، شعری اور سماجی سرگرمیوں سے متعلق کوئی خاص اپنا قلمی مواد چھوڑا ہے۔

Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

ایم اے اردو کرنے کے تقریباً 1963ء میں ڈاکٹر اے بی اشرف گورنمنٹ کالج بہاول نگر میں لیکچرار تعینات ہوئے۔ 1966ء میں ان کا تبادلہ بہاول نگر سے گورنمنٹ کالج بوسن روڈ ملتان ہو گیا۔ 1974ء میں انھوں نے اسسٹنٹ پروفیسری کے لیے پنجاب پبلک سروس کمیشن سے براہِ راست امتحان پاس کیا۔ اس وقت گورنمنٹ کالج بوسن روڈ میں ایم اے اردو کی کلاسوں کا اجراء ہو چکا تھا، اور یوں انہوں نے ہی ایم اے کلاسوں کو اردو پڑھانا شروع کیا۔ جب 1975ء میں بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان قائم ہوئی، تو گورنمنٹ کالج بوسن روڈ کے شعبہ اردو کو جزوقتی طور پر یونیورسٹی میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ ایم اے شعبہ اردو کے ساتھ ہی ڈاکٹر اے بی اشرف بھی ڈیپوٹیشن پر کالج ہذا سے ہجرت کر کے یونی ورسٹی سے وابستہ ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد جب ملتان سے مختلف کالجوں سے یونی ورسٹی میں ڈیپوٹیشن پر آئے ہوئے اساتذہ واپس اپنے اپنے کالجوں میں چلے گئے، مگر ڈاکٹر اے بی اشرف نے 31 اگست 1975ء میں کالج کی ملازمت کو خیر باد کہہ کر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی کو اپنی مستقل جانشین کر لیا اور یوں یکم ستمبر 1975ء میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر ملازمت اختیار کر لی۔ اسی یونیورسٹی ہذا سے ہی 1984ء میں پی ایچ ڈی اردو کی ڈگری حاصل کی۔ پی ایچ ڈی میں ان کے مقالے کا عنوان "اردو ڈرامے کا ارتقاء خصوصی مطالعہ حکیم احمد شجاع" تھا۔ کچھ عرصے بعد انھیں ایسوسی ایٹ پروفیسر اور پھر پروفیسر کے عہدے پر 1986ء ترقی یافتہ ہو کر شعبہ اردو کے صدر نشین بنا دیے گئے۔ بعد ازاں وہ 13 جولائی 1988ء سے 30 ستمبر 1995ء تک وہ ڈیپوٹیشن پر انقرہ (ترکی) یونی ورسٹی میں شعبہ اردو میں اسکالر تعینات ہوئے، اسی دوران 14 فروری 1995ء میں ڈاکٹر اے بی اشرف، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے بطور پروفیسر اپنی سروس پوری کر کے ریٹائر ہو گئے۔

1995ء میں بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی ملتان ہی سے جب ان کے شاگرد ڈاکٹر انوار احمد انقرہ یونیورسٹی میں اردو پاکستانی اسٹڈیز چیئر پر بطور اسکالر لگا دیے گئے، تو ڈاکٹر اے بی اشرف پاکستان واپس آنے کی بجائے انقرہ یونیورسٹی ترکی ہی میں شعبہ اردو، اور مطالعہ پاکستان، لسانیات، اور تاریخ و جغرافیہ کی فیکلٹی میں مقررہ مدت کے لیے پروفیسر ہو گئے تھے۔

ڈاکٹر اے بی اشرف اپنی گھریلو زندگی میں بھی خوش قسمت واقع ہوئے تھے۔ ان کی بیوی سعیدہ اشرف زیادہ پڑھی لکھی تو نہ تھیں، البتہ سلیقہ شعار، گھر کو جنت بنانے والی اور اولاد کی صحیح تربیت کرنے والی نیک خاتون ثابت ہوئیں، ڈاکٹر اے بی اشرف کی چار بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں، بڑے بیٹے کا نام محمد نعیم اشرف خان، دوسرے بیٹے کا نام فہیم خان اور تیسرے بیٹے کا نام اسد خان تھا۔ جو تمام کے تمام تعلیم یافتہ اور خوش حال زندگی گزار رہے ہیں۔ ڈاکٹر اے بی اشرف 1988ء میں ترکی چلے گئے تھے، اور اپنی وفات تک اپنی بقیہ زندگی وہیں گزار دی، اور یوں ترکی میں ان کے قیام کا دورانیہ تقریباً پینتیس (35) سال تک چلا گیا۔ انھوں نے انقرہ یونیورسٹی میں اردو اور مطالعہ پاکستان کے چیئر سنبھالے رکھی، اور یوں انہوں نے اردو کے لیے بے مثال کام کیا۔ ان سے قبل پاک وہند کی ممتاز ادبی شخصیات اردو چیئر پر کام کرتی رہی ہیں، جن میں خاص کر پروفیسر داؤد رہبر، ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، ڈاکٹر حنیف فوق اور عبادت بریلوی وغیرہ نابغہ روزگار شامل ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ 1950ء سے 1988ء تک اس شعبے سے صرف ڈاکٹر شوکت بولو واحد ایسی شخصیت تھی، جنہوں نے اردو میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی۔ اس اردو چیئر کے زیرِ اثر ایم اے کی کلاس بھی باقاعدہ نہ تھی۔ اردو پڑھانے کا یہ سلسلہ صرف بی اے تک منتج تھا۔ ڈاکٹر شوکت بولو نے انقرہ یونیورسٹی میں اردو کی ترقی و ترویج کے لیے ڈاکٹر اے بی اشرف کو یہ اہم ترین ذمہ داری پہلی مرتبہ تفویض کی کہ وہ باقاعدہ طور پر ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے کورس ورک کے لیے نصاب مرتب کریں۔ اس اہم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ڈاکٹر اے بی اشرف نے پاکستان کی مختلف یونی ورسٹیوں سے ان کے رائج کردہ اردو نصاب منگوا کر اردو کے طلباء کے مزاج اور ترکی تعلیمی پالیسی کے مطابق نصاب تیار کیے۔ آج بھی ان کے تیار کردہ نصاب

SOCIAL PRISM
Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

انقرہ یونیورسٹی میں رائج چلے آرہے ہیں، حالاں کہ اردو نصاب کو مرتب اور لاگو کرنے کا کام پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔ ڈاکٹر اے بی اشرف کی مخلصانہ کوششوں سے انقرہ یونیورسٹی میں اردو کے نصاب مرتب کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ضرور ہوا، کہ ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی کلاسوں کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔

ڈاکٹر اے بی اشرف اور ڈاکٹر شوکت بولو نے مل کر انقرہ یونیورسٹی میں طلباء کو ہفتے میں دو درجن سے زیادہ پیریڈ پڑھائے تھے، اور یوں انھوں نے انقرہ یونیورسٹی میں اپنے ابتدائی پندرہ سالہ دورِ تدریس کے دوران ڈاکٹر شوکت بولو کے ساتھ مل کر نو (9) پی ایچ ڈی کی ڈگریاں مکمل کروائیں، جو اردو کے ساتھ ان کی محبت، رغبت، اخلاص اور جانفشانی کی طرف دلالت کرتی ہے۔ ڈاکٹر اے بی اشرف کے دورِ تدریس میں جن نو طلباء نے اپنی پی ایچ ڈی مکمل کی، اُن میں:

ا۔ ڈاکٹر جلال صوئیدان
2۔ ڈاکٹر آسمان بیلن اوزجان
3۔ ڈاکٹر نوریئے بلک
4۔ ڈاکٹر خاقان قیوم جو
5۔ ڈاکٹر مقدر گسری
6۔ ڈاکٹر درمش بلغور
7۔ ڈاکٹر سلمی بنیلی
8۔ ڈاکٹر گلسرین بالی جی
9۔ آئی کف بے

شامل ہیں۔ پہلے آٹھ طلباء کے نگران ڈاکٹر اے بی اشرف تھے۔ آخر الذکر عالیٰ علم کی نگران ڈاکٹر اے بی اشرف کی شاگرد پروفیسر ڈاکٹر آسمان بیلن اوزجان تھیں، مگر سب سے زیادہ گائیڈ انھیں ڈاکٹر آسمان اوزجان کے اصرار پر ڈاکٹر اے بی اشرف نے ہی کیا تھا۔

ڈاکٹر اے بی اشرف نے انقرہ یونیورسٹی میں دو درجن سکالرز کو ایم اے اردو بھی کروایا، جن طلباء نے اردو میں بی اے، ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی اسناد حاصل کیں۔ اردو ان کی روزمرہ بول چال میں شامل نہیں تھی اور نہ ہی ان کی مادری زبان تھی۔ اس سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نام بُردہ ان دونوں عبقری شخصیات نے کس طرح انقرہ یونی ورسٹی میں بیٹھ کر اردو زبان و ادب کے پھیلاؤ میں اپنا کردار ادا کرتے رہے، اردو سے نابلد طلباء کو قائل کرتے رہے اور رغبت دلاتے رہے۔

ڈاکٹر اے بی اشرف ترکی میں پینتیس سالہ قیام کے دوران اردو زبان و ادب اور فنونِ لطیفہ کی ترقی و ترویج کے لیے جو عمدہ کام کر گئے ہیں وہ بنیادی نوعیت کا ہے، جس پر ایک مضبوط عمارت ایستادہ کی گئی ہے، جس کی چھت کے نیچے بیٹھ کر ہر سال درجنوں طلباء اردو زبان و ادب میں اسناد لے رہے ہیں۔ انہوں نے ترکی میں قیام کے دوران مختصر افسانے کی ریت و روایت پر ایک ضخیم تحقیقی و تنقیدی مقالہ تحریر کیا تھا، جو افسانوی تنقید میں خاصے کی چیز گردانا جاتا ہے۔ ترکی میں اقبالیاتی ادب میں بھی انہوں نے ایک جامع تنقیدی و فکری مقالہ قلم بند کیا تھا، جو اقبالیات میں چند اہم ترین مقالہ جات کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے شاگرد پروفیسر ڈاکٹر جلال صوئیدان کے اشتراک سے "اردو ترکی لغت" تیار کیا تھا، جس کی اہمیت و ضرورت کے پیشِ نظر سرکاری ادارہ مقتدرہ قومی زبان نے 2009ء میں اُسے کتابی صورت و سیرت میں شائع کیا تھا۔ ترکی اور اردو زبانوں کے ملاپ سے یہ اپنی نوعیت، انفرادیت اور پھیلاؤ میں پہلا ضخیم لغت تسلیم کیا جاتا ہے۔ اِس طرزِ عکاس کا ایک اور لغت "ترکی اردو، اردو ترکی لغت" بھی جو ڈاکٹر صوئیدان کے ساتھ مل کر شب و روز کی

Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

جانفشاں عرق ریزی سے مرتب کیا تھا، یہ لغت بھی منظرِ نامے پر آچکا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اِن دونوں (ڈاکٹر اے بی اشرف، ڈاکٹر جلال صوئیدان) نے مل کر ترک جمہوری نظام کے ترقی پسند بانی مصطفیٰ کمال اتاترک کی مشہور کتاب "نطق" کا اردو ترجمہ کر کے اولیت حاصل کی تھی، جو انقرہ میں شائع ہو چکی ہے، بعد ازاں پاکستان میں اس کی اشاعت کا اہتمام جمہوری پبلی کیشنز لاہور نے عالمی معیار کے مطابق خوب صورت گیٹ اپ میں کیا تھا۔

ترکی میں قیام کے دوران ڈاکٹر اے بی اشرف نے ترکی زبان پر کماحقہ بولنے، پڑھنے اور لکھنے میں قدرت حاصل کر لی تھی۔ وہ ترکی کے ادبی، سماجی اور تعلیمی حلقوں میں خاصے جانے پہچانے جاتے تھے، اور وہاں منعقد تعلیمی و سماجی محفلوں، شعری اوطاقتوں اور دیگر سیمیناروں میں تواتر کے ساتھ باقاعدہ شرکت کیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر اے بی اشرف کو 1997ء میں حکومت ترکی نے کم اقامتی مدت کے باوجود ترکی کی شہریت بھی دے دی تھی۔ پاکستان کی شہریت کو بھی انھوں نے ترک نہیں کیا تھا، کیوں کہ ان کا سب کچھ اپنے وطنِ مالوف میں موجود تھا۔ پاکستان کی تقریباً تمام یونی ورسٹیوں سے پی ایچ ڈی کے اُردو مقالات رپورٹ کے لیے انھیں باقاعدہ ترکی بھجوائے جاتے تھے، اور یوں ترکی میں قیام کے دوران نوے (90) کہ قریب پی ایچ ڈی مقالہ جات رپورٹ کیے، جو بیرونِ ملک مقیم ایک پاکستانی پی ایچ ڈی اردو اور معاشرے کے لیے ایسی تعداد ہے، جس کی مثال بیرونی ملک اقامت گزیں کسی بھی دوسرے سکالر کی نہیں دی جا سکتی۔ تدریس کے فرائض ادا کرتے کرتے ان کے تجربے کی مدت ساٹھ سال سے بھی تجاوز کر چکی تھی۔ یہ دورانیہ کوئی معمولی نہیں ہے اِس مدت میں دو نسلیں جوان ہو جاتی ہیں، جب کہ تیسری نسل بلوغت میں ہوتی ہے "عہدِ کہنہ میں اس کے قریب تر مدت میں پچاس سالہ تدریسی فرائض ادا کرنے کی مثالیں تک مل جاتی ہیں، مگر دورِ جدید میں یہ بھی ممکن نہیں، مگر ڈاکٹر اے بی اشرف نے تدریس میں اتنی مدت کو گزار کر دکھایا ہے، جو انھیں اپنے ہم عصروں پر فوقیت دلاتی ہے۔

اردو زبان و ادب کی مسلسل خدمات کے اعتراف وصلہ میں استنبول یونی ورسٹی اور پاکستانی سفارت خانہ کی طرف سے اعزازی شیلڈیں اور تعریفی و توصیفی اسناد اور چھٹیاں بھی مل چکی ہیں۔ سال 2012ء میں حکومتِ پاکستان نے انھیں تمغہ امتیاز، سند اور چیک کی صورت میں کیش پرائز بھی عطا کیا تھا۔

ڈاکٹر اے بی اشرف شعبہ تعلیم میں مختلف اہم انتظامی عہدوں پر بھی فائز رہے۔ وہ بطور ایڈیٹر و ممبر ایڈیٹوریل بورڈ بھی رہے ، اور اپنی انہی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں انمٹ نقوش اپنی پالیسیوں، لاگو کردہ اقدامات اور تجاویز کے سبب یادگار چھوڑے ہیں۔ وہ سیر و سیاحت کے بڑے دلدادہ تھے۔ قدرتی طور پر حسن پرستی ان کے مزاج اور نفسیات میں غالب رہی ہے، چاہے وہ کسی بھی رنگ روپ اور صنف سے متعلق کیوں نہ ہو۔ انھوں نے اپنے اس شوق اور دلچسپی کی تکمیل کے لیے دنیا کے اکیس ممالک کی سیاحت کر ڈالی۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ایسی اور اتنی سیاحت تو ابنِ بطوطہ نے بھی نہیں کی تھی۔ انھوں نے اپنی اس سیاحتی مشاہدوں اور سفری آگاہیوں کو بڑے دلچسپ اور معلومات افزا بنا کر اپنے سیاحت ناموں اور دیگر تحریروں میں بھی اس کے رنگ برنگ اور عمدہ نقوش بڑی بے باکی کے ساتھ چھوڑے ہیں۔ ڈاکٹر اے بی اشرف ملتان سے ہوائی سفر کر کے کراچی ائیر پورٹ پہنچتے ہیں۔ کراچی ائیر پورٹ پر ان کی نظریں ایک نازک اندام خوب صورت دوشیزہ پر پڑتی ہے، جس کا مُجمل اور دلچسپ لفظی اظہار اِس، نازک ،اندازِ اسلوب میں یوں دیا ہے۔

میرے سامنے والی نشست پر بالی وڈ کی خوب صورت ایکٹریس کّم ناوک کی شکل وصورت والی غیر ملکی عورت ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے اِس طرح آسن جمائے بیٹھی تھی کہ اس کا زیرِ جامہ بھی صاف دکھائی دے رہا تھا۔

ڈاکٹر اے بی اشرف نے مختلف ادبی اصناف وفنون میں دو درجن تحقیقی وتنقیدی اور فکری کتب چھوڑی ہیں، جو زمانی اعتبار سے درج ذیل ہیں :

1. آغا حشر اور اُن کا فن، مکتبہ میری لائبریری لاہور 1968ء
2. اقبال اور قائد اعظم، بیکن ورسٹی پبلی کیشنز ملتان، 1979ء
3. ادب اور سماجی عمل، کاروانِ ادب ملتان 1980ء
4. لیکچرز آن اقبال، از ڈاکٹر این میری شل، یونی ورسٹی پبلی کیشنز نمبر 2، 1981ء
5. رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم، کاروانِ ادب ملتان 1986ء
6. منٹو کی بیس کہانیاں، کاروانِ ادب ملتان 1986ء "اشاعتِ دوم 1993ء شعبہ اردو بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان
7. بہاء الدین زکریا یونیورسٹی۔ تعمیر و ترقی کے دس سال، یونی ورسٹی پبلی کیشنز 1986ء
8. اردو سٹیج ڈرامہ، ادارہ قومی زبان اسلام آباد 1986ء اردو سٹیج ڈرامہ، شاہ ہند پبلی کیشن نئی دہلی انڈیا 1990ء
9. کچھ نئے اور پرانے افسانہ نگار، سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور 1987ء
10. آغا حشر۔ کتابیات، ادارہ قومی زبان اردو اسلام آباد 1987ء
11. حکیم احمد شجاع۔ کتابیات، ادارہ قومی زبان اردو اسلام آباد 1987ء
12. حکیم احمد شجاع اور ان کا فن، ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی 1987ء
13. غالب اور اقبال، بیکن بکس ملتان
14. میر، غالب اور اقبال۔ تقابلی مطالعہ، بیکن بکس ملتان 1988ء
15. کچھ نئے اور پرانے شاعر، سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور 1989ء
16. اردو ڈراما اور آغا حشر، بیکن بکس ملتان 1992ء
17. ذوقِ دشت نوردی، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور 1993ء
18. مسائلِ ادب: تنقید و تجزیہ، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور 1995ء مسائلِ ادب: تنقید و تجزیہ، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور اشاعت دوم 2011ء
19. اک عورت: ترکی افسانے، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، 1995ء
20. شاعروں اور افسانہ نگاروں کا مطالعہ، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور 2009ء
21. اردو ترکی لغت، ادارہ قومی زبان اردو اسلام آباد 2009ء
22. نُطق، ادارہ تحقیق و ثقافت، انقرہ ترکی 2011ء، نُطق، ادارہ تحقیق و ثقافت، اشاعت دوم، جمہوری پبلیکیشنز لاہور نومبر 2017ء
23. اردو ترکی۔ ترکی اردو لغت، دل کرومو، انقرہ ترکی
24. ہوسِ سیر و تماشا، جمہوری پبلی کیشنز لاہور 2016ء

ڈاکٹر اے بی اشرف کے متفرق موضوعات پر سوا دو سو کے قریب تخلیقی، تحقیقی و تنقیدی اردو مضامین پاکستان، بھارت، ترکی اور برطانیہ کے مشہور اخبارات اور جرائد ورسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ انہوں نے دو درجن کے لگ بھگ ادبی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت کی تھی، جو پاکستان اور ترکی میں سرکاری اور غیر سرکاری اور جامعات کی سرپرستی میں منعقد ہوتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر اے بی اشرف کو پانچ زبانوں اردو، انگلش، ترکی، پنجابی اور سرائیکی میں لکھنے،

SOCIAL PRISM

Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

پڑھنے اور بولنے میں قدرت حاصل تھی۔ فارسی ادب کا مطالعہ بھی ان کے معمول میں شامل تھا۔ روزنامہ امروز ملتان اور لاہور کے ادبی صفحات میں ان کا باقاعدہ کالم "محفلیں" کے عنوان سے 1976ء سے 1984ء تک شائع ہوتا رہا ہے، اور اپنے اسی اخباری کالم کی وجہ سے انہوں نے ہزاروں قاری پیدا کر لیے تھے۔ سرکاری، غیر سرکاری اور جامعات کی طرف سے ڈاکٹر اے بی اشرف کو ان کی علمی و ادبی اور تعلیمی خدمات اور کارناموں کے اعتراف کے طور پر ان گنت ایوارڈ مل چکے ہیں۔ جن کی ترتیب کچھ یوں بنتی ہے:

1. جشنِ تمثیل شیلڈ، ملتان آرٹس کونسل 1982ء
2. اہل قلم شیلڈ، مجلسِ اہل قلم ملتان 1982ء
3. احمد ندیم قاسمی ایوارڈ، ان کی کتاب "ادب اور سماجی عمل" پر
4. محمد سعید قریشی ایوارڈ، "پی ایچ ڈی" کرنے پر 1986ء
5. COMMEMORATIVE PRESIDENTIAL AWARD AT QUAID-e-AZAM AND IQBAL CENTENARY, 1986
6. شانِ اردو، آل پاکستان اردو کانفرنس، خانیوال، 1987ء
7. کل پاکستان انشائیہ شیلڈ، آل پاکستان انشائیہ کانفرنس لودھراں، 23 مارچ 1988ء
8. تمغہ امتیاز، حکومت پاکستان، 23 مارچ 2012ء
9. ان کی کتاب "اردو ترکی-ترکی اردو لغت" کی تقریبِ رونمائی میں پاکستانی سفیر نے جنوری 2015ء میں شیلڈ اور سند پیش کی۔
10. استنبول یونیورسٹی نے 2015ء میں انہیں اردو زبان و ادب کی ترویج کے اعتراف میں لانگ لائف اچیومنٹ ایوارڈ سے نوازا تھا۔

ڈاکٹر اے بی اشرف نے اپنا نجی کتب بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کو ودیعت کر دیا تھا، جن میں خاصی تعداد میں اپنے وقت کے مشہور ادبی رسائل و جرائد بھی شامل تھے، جس پر اقرا سعید نے 2012ء میں ایم فل کی سند کے حصول کے لیے ایک اشاریہ مرتب کیا تھا۔ اس ایم فل اشاریہ کا عنوان "پروفیسر خلیل صدیقی و سراج لائبریری کے گوشہ اے بی اشرف میں موجود ادبی رسائل کا اشاریہ" ہے۔ جس کی نگران ڈاکٹر فرزانہ کوکب تھیں۔ اِن ادبی رسائل و جرائد میں ادب لطیف، اردو زبان، اوراق، اقرا، تخلیق، دستاویز، سب رس، سیپ، صحیفہ، فنون، گہر آب، محفل، ماہِ نو، نئی قدریں، نگار اور نیرنگِ خیال شامل ہیں، جو ممتاز نقاد خلیل صدیقی لائبریری بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں گوشہ اے بی اشرف کا خاص حصہ ہیں۔ اِن ادبی رسائل و جرائد میں ڈاکٹر اے بی اشرف کے جو تنقیدی و تخلیقی مضامین شائع ہوتے رہے، انہیں زمانی اعتبار سے اس مقالے کا اہم حصہ بنایا جا رہا ہے۔ جو درج ذیل ہیں:-

1. اسٹیج ڈرامے کی فنی ہیت، 1968ء، ص54، نئی قدریں
2. معروضی رشتوں کا شاعر، اشاعتِ خاص، ص211، سیپ
3. اقبال پر فلسفہ اسلام کے اثرات، 1983ء، ص127، سیپ
4. اسٹیج ڈرامے کا المیہ، 1986ء، ص33، نئی قدریں
5. پانی وچ اور اقبال، 1987ء، ص46، اوراق

Online ISSN: 3006-8886
Print ISSN: 3006-8878

6. میں معترف میر، 1988ء، ص450، اوراق
7. کچھ فنون کی وحدتوں کے بارے میں، 1988ء، ص29، ماہِ نو
8. اقبال اور ترکمان سخت کوشش، 1990ء، ص3، ماہِ نو
9. ڈاکٹر سلیم اختر، 1991ء، ص34، صحیفہ

ڈاکٹر اے بی اشرفی نے 1984ء میں "اردو ڈرامے کا ارتقا۔ خصوصی مطالعہ حکیم احمد شجاع" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی تھی۔ قبل ازیں انہوں نے 1968ء میں "اسٹیج ڈرامے کی فنی ہیئت" پر ایک تحقیقی و تنقیدی مضمون لکھ چکے تھے، جو "نئی قدریں" رسالے میں شائع ہوا تھا، اس وقت وہ پی ایچ ڈی کے اسکالر یافتہ نہیں تھے۔ میرے خیال میں اُن کا یہ مضمون سرِ دست پہلا قرار دیا جا سکتا ہے، یا پھر یہ ان کے ابتدائی چند مضامین میں شامل ہے۔ جس کی باقاعدہ اشاعت ممکن ہو سکی۔ ڈاکٹر اے بی اشرف نے 15 مارچ 2025ء کو انقرہ ترکی میں وفات پائی، جن کا جسدِ خاکی پاکستان لایا گیا، اور ملتان کے گلگشت کالونی قبرستان میں 18 مارچ 2025ء کو دفن کیا گیا۔